نفقات میں عرف کا دائرہ اطلاق-امام سرخسیؒ کے نقطۂ نظر کا خصوصی مطالعہ

محمد سلیمان اسدیؔ*

ڈاکٹر محمد ریاض محمود**

After mutual marriage between a man and a woman, Islamia Sharia imposes some duties and rights on them and payment/paying of alimonies by the man is like other duties and rights. In the Holy Quran, various verses have been given regarding the concomitance and non-concomitance of alimonies and its payments and in all of them the common factor is the undefined alimonies. So apparently, the fundamentals of Sharia in this connection are highlighting clearly that it is related with the conditions of time and incidents of the People. Hence its orders will be issued in view of the demands of the age. For which the term of "Urf and Tamul unnas" has been used in fundamentals of Sharia. In view of it, the different opinions of Fuqha regarding its being defined and undefined have been described. Among those Fuqha is Hanafi Faqeeh Imam Abu Bakar Muhammad alsarakhsi who, in his book" Almabsoot", has brought many issues under discussion about alimonies in view of Urf.This article presents analytical study of Imam Surkhusi's view about alimonies and thoughts of some other thinkers are also presented.

مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے ازدواجی تعلق قائم ہونے پر شریعت اسلامی نے گھریلو ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے زوجین پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق وفرائض لازم کیے ہیں اور اس حق نکاح کی وجہ سے مرد کے ذمہ عورت کے دیگر حقوق وفرائض کی طرح نفقات کی ادائیگی ضروری قرار دی ہے۔ چنانچہ معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں اس کے لزوم، عدم لزوم اور اس کی ادائیگی میں مختلف آیات مورد بیان ہوئی ہیں اور پھر ان سب میں قدرِ مشترک پہلو نفقات کی عدم تعیین معلوم ہوتی ہے۔ بظاہر اس سلسلے میں نصوص شرعیہ اس بات پر واضح دلالت کر رہی ہیں کہ اس کا تعلق زمانہ کے حالات اور لوگوں کے واقعات سے ہے اور اس کے لیے شریعت اسلامی نے 'عرف' کی اصطلاح بیان کی ہے گویا کہ اس اعتبار سے اس کے احکامات بھی زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے طے ہوں گے۔ حنفی فقہاء میں امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل (م ۴۹۰ھ) نے اپنی کتاب ''المبسوط'' میں تفصیل سے اس فقہی پہلو پر بحث کی ہے اور اس ضمن میں دیگر

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجایٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ۔

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات۔

فقہاء کرامؒ کی عبارات کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ چنانچہ ذیل کی سطور میں نفقات سے متعلق امام سرخسیؒ کے نقطہ نظر کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں دیگر فقہائے کرام کی عبارات کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

نفقات کا معنی و مفہوم

نفقات ''نفقہ'' کی جمع ہے، جس کا معنی المعجم الوسیط میں یوں تحریر کیے گئے ہیں۔

مایفرض للزوجة علی زوجها من مال للطعام والکساء والسکنٰی والحضانة ونحوه (۱)

کھانے پینے، کپڑے، رہائش، اور تربیت وغیرہ کی صورت میں خاوند پر بیوی کا مال لازم ہو"

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے ذمہ میں دوسرے کا نان ونفقہ اور سکنی کے واجب ہونے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، یعنی زوجیت، ملک اور نسب۔ اس سلسلہ سے متعلق بنیادی طور پر کچھ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ہیں۔ ان قرآنی آیات میں سے ایک قرآنی آیت

" وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ"(۲)

اور بچے والے کے ذمے بچوں ماؤں کا دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا ہے، کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، نہ کسی ماں کو اس کے بچے کے سبب سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ کسی باپ کو اس کے بچے کے سبب سے، اور اسی طرح کی ذمہ داری وارث پر ہے۔"

اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوصیکم بالنساء فانهن عندکم عوان اتخذتموهن بامانة الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله، وان لکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احداً، وان لا یاذن فی بیوتکم لاحد تکرهونه، فاذا فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غیر مبرح، وان لهن علیکم نفقتهن و کسوتهن بالمعروف(۳)

میں تمہیں عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ یقیناً وہ تمہاری مددگار ہیں، تم نے

اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر انہیں قبول کیا ہے، اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے اور تمہاری عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اسے نہ بٹھائیں اور نہ ہی تمہارے گھر آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور پس اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کی اس طریقہ سے پٹائی کرو کہ انہیں زخم نہ ہو اور ان کا تمہارے اوپر نفقہ اور کپڑے ہیں معروف طریقے کے مطابق۔

اور اسی طرح آپ علیہ السلام نے ابوسفیانؓ کی بیوی ہند کو اپنے خاوند کے بارے میں شکایت کرنے پر فرمایا۔

خذی من مال ابی سفیان، ما یکفیك وولدك بالمعروف(٤)

ابوسفیان کے مال سے اس قدر لے لو جس سے تمہارے اور تمہارے اولاد کے لیے بہتر طریقے سے کفایت کر جائے۔

امام سرخسیؒ ان آیات اور احادیث مبارکہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ان سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔

اس لیے کہ یہ ایک دستور اور قانون ہے جب کوئی اپنی ذات کو دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے تو اس کے ذمہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے تمام اخراجات کو پورا کرے جیسا کہ قاضی، جو مسلمانوں کے امور ہی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے اور صدقات پر مقرر عامل جو فقراء اور مساکین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنے کو وقف کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی صورتحال کچھ ایسی ہی ہے، کہ عورت اپنی ذات پر تصرف کے حق کو خاوند کے سپرد کر دیتی ہے۔

(۲) اتنی مقدار واجب ہے جس سے ان کے اخراجات آسانی سے پورا ہو سکیں۔

(۳) ان اخراجات کو بھی زمانہ اور اس کے تقاضوں کے مطابق ادا کیا جائے گا۔

(۴) لوگوں کے عرف کو مدنظر رکھتے ہوئے زمانہ کے تقاضوں کو سمجھا جائے گا۔ اس لیے یہ اوقات اور جگہوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں۔

(۵) جہاں نصوص شرعیہ احکام کے بیان میں خاموش ہوں اور اس سلسلہ میں کوئی حد مقرر نہیں کی تو، لہذا اس کے بعد اس کی تعیین کرنا بھی کسی لیے درست نہیں ہوگا۔

(۵) ایسے عرف کا اعتبار کیا جائے گا جو تمام لوگوں میں پایا جا رہا ہو محض چند افراد سے متعلق نہ ہو مثال کے طور پر

اگر کوئی شخص دوسرے کے کاموں کی انجام دہی میں لگا ہوا ہے اور پھر اس شخص کے امور کی انجام دہی کے لیے ملازم مقرر کیا جاتا ہے جیسا کہ قاضی وغیرہ، تو کیا بیوی جو خاوند کے گھر کے امور کی انجام دہی میں مصروف ہوتی ہے، اس کے لیے بھی کوئی ملازم مقرر کیا جائے جو اس کے امور کو پورا کرے اور اگر مقرر کیا جائے تو اس کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے۔

امام سرخسیؒ نے اگرچہ اس سلسلہ میں فقہائے احنافؒ کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔

(الف) امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں عرف کی رعایت رکھی جائے گی اور اگر کوئی ملازم رکھا جاتا ہے، تو اس کے اخراجات بھی انہی کے ذمہ ہوں گے۔

(ب) امام ابو یوسفؒ کے ہاں ایسے لوگوں کے لیے دو ملازم رکھے جائیں۔

امام سرخسیؒ فقہائے احنافؒ کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ملازم کا رکھنا، نہ رکھنا اور اس کے اخراجات سبھی میں عرف کا اعتبار ہوگا۔ "المعتبر في ذلك حال الزوج في اليسار والاعسار في ذلك قال الله تعالىٰ ﴿ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعاً بِالْمَعْرُوفِ (۵) ﴾ اور اسی طرح حق تعالیٰ کا فرمان ﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا مَا آتَاهَا (٦) ﴾ اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے حالات اور ان کی وسعت رزق کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم فرمایا ہے۔

نفقات سے متعلق مختلف فقہائے کرامؒ کی آراء پر امام سرخسیؒ کی تنقید و تبصرہ

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں، بعض فقہاء کرامؒ نے اس سلسلے میں کچھ ایسی رائے پیش کی ہیں، جو میرے نزدیک درست نہیں ہیں، مثال کے طور پر امام خصافؒ کا کہنا ہے کہ

> ان المعتبر حالهما جميعاً حتى اذا كانا موسرين فلها نفقة الموسرين ، وان كانت هى معسرة تحت زوج موسر تستوجب عليه دون ما تستوجب اذا كانت موسرة، لان الظاهر ان دون ذلك يكفيها، ان كانت موسرة والزوج معسرا تستوجب عليه فوق ما تستوجب اذا كانت معسرة، لتحصيل كفايتها بذلك، ثم ليس فى النفقة تقدير عندنا (۷)

نفقہ کے سلسلہ میں دونوں [خاوند بیوی] کے حالت کا اکٹھے اعتبار کیا جائے گا، یہاں اگر وہ دونوں کا تعلق خوشحال خاندان سے ہے تو پھر اس عورت کے لیے بھی خاوند کے ذمہ خوشحال گھرانوں جیسا خرچہ واجب ہوگا، اور اگر کوئی تنگ دست عورت، ایک خوشحال شخص کی بیوی ہے تو پھر خاوند کے ذمہ اس عورت کے اخراجات، اس عورت سے کم ہوں گے، اگر وہ اس کی عورت خوشحال ہوتی۔ اس لیے کہ ظاہری صورتحال بتاتی ہے کہ اس سے کم کی مقدار اس کو کفایت کر جائے گی، اور اگر عورت تو مالدار ہے اور اس کا خاوند تنگ دست ہے تو پھر اب خاوند کا خرچہ، اس عورت کے لیے اس عورت کی نسبت زیادہ ہوگا، اگر اس کی بیوی تنگ دست ہوتی۔ اسی طرح ہی اسے یہ کفایت کر سکتی ہے۔ تاہم ہمارے ہاں نفقہ کے سلسلہ میں کوئی حد اور مقرر نہیں ہے۔

فقہاء کرامؒ میں سے امام شافعیؒ نے بھی بیوی کے خرچہ کی حد مقرر کر دی ہے، اور چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فعلى الموسر مدان، والمعسر مد والمتوسط مد ونصف والاعتبار بمدالنبى صلى الله عليه وسلم وهو مائة وثلاثة وسبعون درهماً وثلث درهم (۸)

خاوند کے خوشحال ہونے کی صورت میں [روزانہ کے] دو مد ہوں گے، اور تنگ دست ہونے کی صورت میں ایک مد، متوسط الحال ہونے کی صورت میں ڈیڑھ مد واجب ہوں گے، نیز مد بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والا ہے جو ایک سو تہتر درہم اور ایک تہائی درہم تھا۔

جس طرح امام سرخسیؒ نے علامہ خصاف سے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح امام شافعیؒ کے بھی مذہب کو درست نہیں قرار دیا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ

وهذا ليس بقوى، فان المقصود الكفاية، وذلك مما تختلف فيه طباع الناس واحوالهم من الشباب والهرم، ويختلف الاوقات ايضاً، ففى التقدير بمقدار اضرار باحدهما (۹)

امام شافعیؒ کا خرچہ کے سلسلہ میں یہ اندازہ مقرر کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ مقصود

اخراجات کا پورا ہوتا ہے، اور پھر اس سلسلے میں جوانی، بڑھاپے کے لحاظ سے لوگوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں، اور اسی طرح اس سلسلہ میں زمانہ کا مختلف ہونا بھی اثر انداز ہوتا ہے، تو لہذا حد مقرر کرنے کی صورت میں دونوں میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچتا ہے۔

امام سرخسیؒ نے خرچہ کی حد مقرر کرنے پر امام شافعیؒ پر تنقید کی ہے اور ایسا ہی صاحب الکافی امام حاکم شہید المروزی سے بھی شدید اختلاف کیا ہے، انہوں نے بھی اس سلسلہ میں اخراجات کو بیان کرتے ہوئے حدود مقرر کر دی ہیں، کہ وہ فرماتے ہیں کہ

''اگر خاوند مال دار ہے تو خاوند کے ذمہ نفقہ کی مد میں بیوی کے لیے ہر مہینہ چار یا پانچ درہم لازم ہوں گے، اور بیوی کے ملازم کے لیے تین درہم، یا اس سے کم یا اس سے زیادہ۔''(۱۰)

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ مروزی کا بیان قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ زمانہ اور جگہوں کے اختلافات کو مد نظر رکھ کر خرچہ واجب ہوگا، فرماتے ہیں کہ

فليس هذا بتقدير لازم، لان هذا يختلف باختلاف الاسعار في الغلاء والرخص، واختلاف المواضع ايضاً، واختلاف الاوقات فلا معتبر بالتقدير بالدراهم في ذلك، وانما ذكرهذا بناء على ماشاهد في ذلك الوقت(۱۱)

خرچہ کے بارے میں اس طرح کا اندازہ عمل میں لانے کے لیے بالکل ضروری نہیں ہے، کیوں کہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی اور زیادتی جگہوں اور زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے بدلتی رہتی ہے، لہذا خرچہ کے معاملہ میں دراہم کے ساتھ اندازہ مقرر کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور باقی انہوں (مروزیؒ) نے اپنے زمانہ میں جو چیز مشاہدہ کی ہے، اس بنا پر اس کا ذکر کیا ہے۔

ابن حزم ظاہریؒ کا مذہب اس سلسلے میں وہی تقدیر نفقہ کا ہی ہے تاہم وہ اس کی مقدار امام شافعیؒ اور دیگر فقہائے کرامؒ سے الگ بیان کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

قال ابو محمد: ویکسو الرجل امراته علی قدر ماله، فالموسر بان یکسوها الخز وما اشبه، والمتوسط جید الکتان والقطن، والمقل علی قدره، لقول رسول الله صلی الله علیه وسلم : لهن رزقهن و کسوتهن بالمعروف " وهذا هو المعروف من ماکل الناس ملابسهم .....فان کان فی بلد لایاکلون فیه الا التمر، او التین، او بعض الثمار، او اللبن، او السمک، قضی لها بما یقتاته اهل بلدها کما ذکرنا، واکثر النفقة عندنا رطلان بالبغدادی(۱۲)

ابو محمد نے کہا کہ آدمی اپنی بیوی کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق پہنائے گا، پس مالدار ریشم اور اس کی مثل، متوسط الحال اچھی سوت اور روئی اور تنگ حال اپنی حیثیت کے مطابق پہنائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے، کہ ان عورتوں کے لیے ان کا رزق اور کپڑے دستور کے مطابق ہیں، اور معروف طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کے کھانے اور انہی جیسے کپڑے ہیں..... اگر ایسے شہر میں بستے ہیں جس کے بسنے والے کھجور، یا انجیر، یا پھل، یا دودھ، یا مچھلی ہی کھاتے ہیں، تو اس عورت کے لیے اس شہر کے رہنے والوں کے کھانے کے مطابق حکم ہوگا، جیسا کہ ہم ذکر کیا ہے، اور ہمارے نزدیک نفقہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار دو رطل بغدادی ہیں۔

زوجہ کے نفقہ میں امام سرخسیؒ کا نقطہ نظر درست اور صحیح لگتا ہے، اور اس کی تائید امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

لاینبغی ان توقت النفقة علی الدراهم، لان السعر یغلو و یرخص لکن تجعل النفقة علی الکفایة فی کل زمان ، فینظر الیٰ قیمة ذلك (۱۳)

کہ نفقہ کو مخصوص اندازہ کی صورت میں دراہم کے ساتھ بند کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ قیمتیں بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہیں، لہذا نفقہ کو اس طرح سے بنایا جائے گا جو ہر زمانہ میں اخراجات کو پورا کرے، اور اس چیز کا اندازہ اس وقت کی قیمت کی طرف دیکھا جائے گا۔

نفقہ زوجہ سے متعلق یہاں اس سلسلہ میں چند متقدمین مفسرین کرامؒ کے اقوال کو پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے

فقہائے کرامؒ کے آراء و نظریات کے ساتھ ان کی بھی تفسیری آراء کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم امام سرخسیؒ کے بیان کردہ نقطۂ نظر کا آسانی سے جائزہ لیں گے۔ نفقۂ زوجہ کے متعلق امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ کا کہنا ہے کہ زوجہ کا نفقہ میں خاوند کی حالت اور وہاں کے عرف کا اعتبار ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں کہ

قوله "بالمعروف" يدل على ان الواجب من النفقة والكسوة هو على قدر حال الرجل في اعساره ويساره اذ ليس من المعروف الزام المعسر اكثر مما يقدر عليه ويمكنه ولا الزام الموسر الشيء الطفيف(١٤)

اللہ تعالیٰ کے فرمان "بالمعروف" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ اور کپڑوں کا وجوب آدمی کی تنگ حالی اور آسودگی کے پیش نظر ہوگا۔ اس لیے کہ "المعروف" یہ نہیں کہ تنگ حال پر اس قدر ادائیگی کو واجب کر دینا جو اس کی قدرت اور طاقت سے باہر ہو اور نہ "المعروف" یہ ہے کہ آسودہ حال پر ہلکی سی چیز واجب کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ عورت اور خاوند کو اپنے عرفی دائرہ کار میں رہ کر ایک دوسرے کے حقوق پورا کرنے ہوں گے۔ اگر ان میں کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرے گا تو اس کی بات کو قبول نہیں کیا جائے گا فرماتے ہیں:

فاذا شتطت المرأة وطلبت من النفقة اكثر من المعتاد المتعارف لمثلها لم تعط وكذلك اذا قصر الزوج عن مقدار نفقة مثلها في العرف والعادة لم يحل ذلك واجبر على نفقة مثلها(١٥)

جب عورت یہ زیادتی کر رہی ہو کہ عام طور پر عرف میں اس کے ہم جنسوں کے لیے جتنے نان و نفقہ دیا جاتا ہو اس سے زیادہ کا مطالبہ کرے تو اس کو نہیں دیا جائے گا، اسی طرح اگر شوہر اتنے نفقہ میں بھی کمی کرے جو اس کے ہم جنسوں کے لیے متعارف اور معتاد ہے، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے اور اس کو اتنا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

نفقات کے بارے میں امام سرخسیؒ کے نقطۂ نظر کی تنقیح

امام سرخسیؒ نے زوجہ کے نفقہ کے سلسلہ میں مختلف فقہائے کرامؒ کے اقوال اور ان کی عبارات ذکر کی ہیں، جن سے یہ بات آسانی سے اخذ کی جا سکتی ہے، کہ آپؒ زوجہ کے نفقہ کو مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہیں اور

اس میں عرف اور زمانہ کے حالات وتقاضوں کو ترجیح دیتے ہیں۔امام سرخسیؒ کی بات کئی لحاظ سے وزنی بھی معلوم ہوتی ہے۔

(الف)۔اس لیے جن چیزوں کے بارے میں نص نہیں آئی، اس میں لوگوں کے عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔اور یہی وجہ ہے خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ کی بیوی ہند کے دریافت کرنے پر کوئی مخصوص مقدار نفقہ نہیں کی بلکہ آزاد چھوڑ دیا۔

(ب)لوگوں کا عرف مختلف زمانے میں مختلف ہوتا رہتا ہے۔

(ج)قدیم عرف وعادت کی بناپر تمام لوگوں میں مروجہ نئے عرف کو نہیں چھوڑا جاسکتا ہے اس لیے کہ عرف بدلتا رہتا ہے۔

اس بات کی تائید امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ کے قول سے ہوتی ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

> وفی ھذہ الآیة دلالة علی تسویغ اجتھاد الرای فی احکام الحوادث اذ لا توصل الی تقدیر النفقه بالمعروف الا من جھة غالب الظن واکثر الرای اذا کان ذلك معتبراً بالعادة وکل ما کان مبنیا علی العادة فسبیله الاجتھاد وغالب الظن اذ لیست العادة مقصورة علی مقدار واحد لازیادة علیه ولانقصان..... واعتبار الوسع مبنی علی العادة(١٦)
>
> اس آیت میں نئے پیش آمدہ مسائل میں رائے کے ذریعے اجتہاد سے کام لینے کے جواز کی دلیل موجود ہے۔اس لیے کہ عرف کے مطابق نفقہ کا اندازہ کرنے میں گمان غالب اور رائے وقیاس ہی سے زیادہ تر کام لینا پڑتا ہے۔جب یہ قابل اعتبار عرف وعادت کی وجہ سے ہو، جو چیز عرف وعادت پر مبنی ہوتی ہے اس میں اجتہاد اور گمان غالب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔اس لیے کہ عرف ایک مقدار پر بند نہیں کیا جاتا کہ اس پر زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی۔۔۔۔مالی وسعت کا اندازہ لوگوں کے عرف ورواج پر مبنی ہوتا ہے۔

امام ابوبکر الجصاصؒ کی کلام سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ایک تو عرف کا اعتبار ہوگا۔
۲۔اس نوعیت سے متعلق مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے اور پھر اجتہاد بھی عرف پر موقوف ہوگا۔
۳۔عرف کے بدلتے رہنے کی وجہ سے خاص مقدار متعین کر دینا ممکن نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ بھی زوجہ کے نفقہ میں کوئی مقدار متعین کرنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بھی خاوند کے حالات ،اور زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھنے سے متعلق کہتے ہیں۔

وقوله" بالمعروف" ای بالمتعارف فی عرف الشرع من غیر تفریط ولا افراط، ثم بین تعالیٰ ان الانفاق علی قدر غنی الزوج ومنصبها من غیر تقدیر مد ولا غیره (۱۷)

اللہ تعالیٰ کے قول "بالمعروف" سے مراد افراط وتفریط کے بغیر اصطلاح عرف میں معروف ہو۔پھر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ خرچ بغیر کسی مد اور دیگر چیز کے ساتھ تعیین کرنے کے خاوند مالی حالت اور اس کے منصب کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ہوگا۔

عبدالرحمٰن الجزیریؒ کا کہنا ہے کہ فقہائے کرامؒ نے نفقہ زوجہ میں مختلف احوال سے اختلاف کیا ہے،اور ان میں بعض فقہاء کرامؒ کی متعدد آراء بھی سامنے آئی ہیں،تاہم سب سے زیادہ صحیح بات فقہائے احناف رحمہم اللہ کی ہے اور وہ اس سلسلہ میں خاوند کی مالی حالت کا اعتبار کرتے ہیں۔(۱۸)

زوجہ کے نفقہ کے سلسلہ میں دوسری اہم بحث جو امام سرخسیؒ نے بیان کی ہے، کہ زوجہ کا نفقہ کے بارے میں فقہائے کرامؒ کی عبارات میں اختلاف پایا جاتا ہے،لیکن ان سب روایات اور آراء کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہونی چاہیے۔اس سلسلہ میں امام سرخسیؒ نے بعض فقہائے کرامؒ کے اقوال نقل کیے ہیں۔جس میں امام محمد کا قول،جن کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے اور دوسرا متاخرین فقہائے کرام کا نقطہ نظر پیش کیا ہے،جس کی طرف امام سرخسی کا رجحان نظر آتا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ

والذی قال تفرض شهرا اشهرا انما بناه علی عادتهم ایضاً ، وبعض المتاخرین من مشایخنا یعتبر فی ذلك حال الرجل ایضاً، فان كان محترفاً تفترض علیه النفقة یوما یوماً، لانه یتعذر علیه اداء النفقة شهراً دفعة واحدة، وان كان من التجار یفرض الاداء شهراً شهراً ، وان كان

من الدهاقين تفرض عليه النفقة سنة سنة، لان تيسر الاداء عليه عند ادراك الغلات في كل سنة، وتيسر الاداء على التاجر عند اتخاذ اجر غلات الحوانيت وغيرها في كل شهر، وتيسر الاداء على المحترف بالاكتساب في كل يوم(۱۹)

جس (امام محمدؒ) نے ایک ایک مہینہ نفقہ کی ادائیگی کے وجوب کے بارے میں بات کہی ہے، حقیقت میں انہوں نے بھی اس میں اپنے زمانہ کی عادت کو اختیار کیا ہے اور جب کہ بعض متاخرین مشائخ رحمہم اللہ تعالی نفقہ کے ادائیگی کے سلسلہ میں آدمی کی حالت کا اعتبار کرتے ہیں، پس اگر خاص پیشہ ور ہے تو اس پر روزانہ کے لحاظ سے نفقہ کی ادائیگی ہوگی، اس لیے ایسا شخص ایک مہینہ کی ایک بار ادائیگی سے معذور ہے اور اگر تو تاجر ہے تو پھر ہر ہر مہینہ ادائیگی کرنا ہوگی اور اگر کسانوں میں سے ہے تو پھر اس پر سالانہ ادائیگی کرنا ہوگی، اس لیے کہ ان کے لیے نفقہ کی ادائیگی میں آسانی سالانہ اناج کے حصول پر ہوسکتی ہے اور تاجر کے لیے نفقہ کی ادائیگی میں آسانی دوکانوں وغیرہ کی آمدنی کے حصول پر ہے اور پیشہ ور شخص کے لیے ادائیگی میں آسانی روزانہ کی کمائی کے ساتھ ہے۔

امام سرخسیؒ کا نقطہ نظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اصل میں نفقہ کے سلسلہ میں مرد کی حالت کا اعتبار ہے اور اسی طرح جس طرح کے لوگ میسر ہوں، ان کی حالت کو مدنظر رکھا جائے اور اسی چیز کی تصریح علامہ الماورديؒ نے بھی فرمائی ہے کہ اصل اعتبار لوگوں کے زمان و مکان کا ہے اور ان کے حالات و واقعات کا اندازہ کر کے پھر حکم لگایا جائے مثال کے طور پر

فاما دخول الحمام فهو معتبر بالعرف، فان لم تجر عادة اهلها بدخول الحمام كالقرى، لم يجب على الزوج، وان جرت به عادة اهلها كالامصار، كان اقل ما يلزمه لها في كل شهر مرة، لان اكثر النساء يغتسلن به ويخرجن به من دم الحيض الذي يكون في كل شهر مرة في الغالب. فاما الحناء والاختضاب به في اليدين والرجلين ، فان لم

يطلبه الزوج لم يلزمه ،ولم يلزمها ،وان طلبه الزوج وجب عليها فعله(۲۰)

عورت کے لیے (سیر و تفریح کے لیے) حمام میں جانے کے بارے میں عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر لوگوں کے ہاں یہ عادت نہیں ہے جیسا کہ بستی والوں کے ہاں ہوتا ہے، تو خاوند کے ذمہ بھی واجب نہیں ہوگا، اور اگر عادت ہے جیسا کہ شہر میں ہوتا ہے تو پھر خاوند کے ذمہ لاگو ہوں گے اور کم از کم مہینہ میں ایک مرتبہ ہوگا اور اس لیے کہ اکثر عورتیں حیض سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد غسل کرنے کے لیے جو ایک دفعہ مہینہ میں کرنا پڑتا ہے، باقی مہندی اور خضاب ہاتھوں اور پاؤں پر لگانا، اگر اس بارہ میں خاوند مطالبہ نہ کرے تو عورت کے لیے ضروری نہیں ہے اور ہاں اگر عورت سے اس کا خاوند مطالبہ کرے تو اب اس کا خرچ بھی خاوند کے ذمہ ہوگا۔

بہر حال مذکورہ بالا امام سرخسی اور دیگر فقہائے کرامؒ کے اقتباسات سے جو چیز سمجھ میں آتی ہے، وہ یہی ہے امام سرخسیؒ ان فقہائے کرامؒ میں سے ہیں جو نفقہ کی تعیین اور ادائیگی کے اوقات کے بارے میں عرف اور لوگوں کے رسم و رواج کا اعتبار کرتے ہیں اور یہی بات زیادہ قرین قیاس لگتی ہے۔ جن فقہائے کرامؒ نے تعیین بتائی ہے اور وقت بھی بتایا ہے، انہوں نے اپنے زمانہ کو بیان کیا ہے، اس لیے زمانہ کے حالات اور طبائع کے اختلاف کی وجہ عرف اور رواج میں انتہائی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ آج کا دور میں، زوجہ کے خرچہ میں گزشتہ دور اور آج کے دور کا تقابل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ دور میں مخصوص طرز سے خاوند اپنی زوجہ کو خرچہ ادا کرتا تھا اور جب ہمارے زمانہ میں خاوند قدیم طرز کی طرح بالکل ادا ہی نہیں کرتا، بلکہ ایک بیگم کی، کیا بات مختلف فیملیوں کا کھانا، پینا مشترک چلا ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے تمام امور میں زمانہ کے حالات کے مطابق مروجہ عرف کو ہی اپنایا جائے گا، خواہ اس کی کوئی بھی صورت اور شکل موجود ہو۔

☆ مرضعہ کا نان ونفقہ

اسی طرح مرضعہ کے نفقہ کس کے ذمہ ہوگا اور کتنی مقدار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی خاموش فرمایا ہے۔ تاہم اس سلسلہ میں امام سرخسیؒ کے نقطہ نظر کو پیش کرنے سے بعض ائمہ اور کبار فقہائے کرام، مفسرین کرامؒ کی

آراء کا ذکر بہتر سمجھتے ہیں۔ عصر حاضر کے معروف مفسر محمد علی الصابونی تحریر کرتے ہیں کہ

علی وجوب النفقة للمرضع علی الزوج، والنفقة تکون علی قدر حال الاب من السعة والضیق(۲۱)

مرضعہ کا خاوند کے ذمہ خرچ لازم ہے اور پھر خرچہ بھی باپ کی مالی وسعت اور تنگی کو مدنظر رکھ کر مقرر کیا جائے گا۔

اسی طرح ابن عربیؒ اس آیت کی تفسیر میں لفظ "معروف" کی تشریح کرتے ہوئے امام مالک اور امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وهو عند مالك والشافعی اصل فی الارتضاع وفی کل عمل یوحمل علی العرف والعادة فی مثل ذلك العمل ولولا انه معروف ما ادخله الله تعالیٰ فی المعروف(۲۲)

امام مالک اور امام شافعیؒ کے ہاں یہ آیت کریمہ اجرت رضاعت اور اس طرح کی تمام اجرتوں کے لیے ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس طرح کے جتنے کام ہیں ان سب کو عرف وعادت پر محمول کیا جائے گا، اگر معروف پر مبنی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے معروف میں داخل نہ کرتا۔

☆ مطلقہ کا نان ونفقہ اور سکنیٰ

اگر ایسی عورت جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا اور اسے قبل الدخول طلاق واقع ہوگئی ہو تو اس عورت کے اخراجات سے متعلق شریعت اسلامی کی طرف سے کیا احکامات ہیں۔ فقہائے کرامؒ کے مابین اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، تاہم اس سلسلہ میں بنیادی آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان {وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعاً بِالْمَعْرُوفِ (۲۳) ہے۔ جس سے ان کی آراء معلوم ہوجاتی ہیں، چنانچہ اس بارے میں امام ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں کہ

واثبات المقدار علی اعتبار حاله فی الاعسار والیسار طریقة الاجتهاد وغالب الظن ویختلف ذلك فی الازمان ایضاً لان الله تعالیٰ شرط فی مقدارها شیئین احدهما اعتبارها بیسار الرجل واعساره والثانی ان

> يكون بالمعروف مع ذلك فوجب اعتبار المعنيين في ذلك واذا كان كذلك وكان المعروف منهما موقوفاً على عادات الناس فيها والعادات قد تختلف وتتغير وجب بذلك مراعات العادات في الازمان وذلك اصل في جواز الاجتهاد في احكام الحوادث اذ كان ذلك حكما موديا الى اجتهاد راينا(۲٤)
>
> آدمی کی آسودگی اور تنگ حالی کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتہاد اور غالب گمان کے ساتھ نفقہ کی مقدار کو لازم کرنا ہوگا، یہ حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نفقہ کی مقدار میں دو چیزوں کی شرط لگائی ہے، ایک یہ کہ نفقہ میں آدمی کی آسودگی اور تنگ حالی کا اعتبار ہوگا، اور دوسرا معروف طریقے سے ہوگا۔ پس دونوں معانی کا لحاظ رکھنا اس معاملہ میں ضروری ہے۔ جب ایسے ہی معاملہ ہے تو ان میں معروف کا تعلق لوگوں کی عادات واطوار پر ہے، اور عادات واطوار بدلتی رہتی ہیں، تو زمانہ کے مطابق ان کی عادات کی رعایت واجب ہے، اور یہی بات نئے پیش آمدہ مسائل کے احکام میں اجتہاد کی وجہ ہے، تو اس وقت ایسا حکم ہماری رائے کی اجتہاد کی طرف پہنچانے والا ہوگا۔

تاہم اس سلسلہ میں ابن قدامہ الحنبلیؒ نے مطلقہ کے نفقہ سے متعلق امام احمدؒ سے دو روایات نقل کی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

> وجملة ذلك ان المتعة معتبرة بحال الزوج في يساره واعساره نص عليه احمد هو وجه لاصحاب الشافعي .....والرواية الثانية يرجع في تقديرها الى الحاكم وهو احد قولي الشافعي لانه امر لم يرد الشرع بتقديره وهو مما يحتاج الى الاجتهاد فيجب الرجوع فيه الى الحاكم كسائر المجتهدات (۲۵)
>
> خلاصہ کلام یہ ہے کہ متعہ میں خاوند کی مالی آسودگی اور احتیاجی کا اعتبار ہے اور اسی پر احمدؒ نے تصریح کی ہے اور ایک وجہ امام شافعیؒ کے شاگردوں سے کچھ ایسی ہی ہے، اور امام

احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ متعہ کی تعیین کے سلسلہ میں حاکم وقت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ایک قول امام شافعی کا ایسا ہی ہے، اس لیے کہ اس کی تقدیر کے بارے میں کوئی شرعی نص بیان نہیں ہوئی ہے، تو لہذا اجتہاد کی طرف احتیاج ہوگی اور دیگر اجتہادات کی طرح اس معاملہ میں بھی حاکم کی رجوع کرنا لازم ہوگا۔

☆کسوۃ (لباس) اور امام سرخسیؒ کا نقطۂ نظر

متقدمین فقہائے احنافؒ تو جیسا کہ امام حاکم شہیدؒ کی کلام سے واضح ہوتا ہے کہ مخصوص طرز کے سردیوں اور گرمیوں کے لیے کپڑوں کا لحاظ رکھتے ہیں، تاہم اس سلسلہ میں فقہائے احنافؒ کے کپڑوں کے بارے میں مقدار کی تعیین میں امام سرخسیؒ نے اختلاف کیا ہے، فرماتے ہیں کہ

وما ذكر من الثياب فهو بناء على عادتهم ايضاً، وذلك يختلف باختلاف الامكنة فى شدة الحر والبرد، وباختلاف العادات فيما يلبسه الناس فى كل وقت، فيعتبر المعروف من ذلك فيما يفرض(٢٦)

فقہائے احنافؒ کی طرف سے بیان کردہ کپڑوں سے متعلق چیزیں درحقیقت ان کے زمانہ کی عادات تھی، حالانکہ گرمی اور سردی میں اضافہ جگہوں کے اختلاف کی وجہ تبدیل ہوتا رہتا ہے، اور اسی طرح لوگوں کی عادات کے تغیر کی وجہ سے ہر وقت ان کے لباس میں اثر پڑتا ہے، اور بہر حال ذمہ ہونے والی چیز میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔

تاہم امام شافعیؒ کا بھی نقطۂ نظر متقدمین فقہائے احنافؒ کے نظریہ سے مماثلت کی بجائے امام سرخسیؒ کے نظریہ سے مماثلت رکھتا ہے اور وہ بھی عرف کا لحاظ رکھتے ہیں چنانچہ علامہ الماوردیؒ فرماتے ہیں کہ

فاما الكسوة، فالعرف الجارى فيها، ان تستحق فى السنة دفعتين، كسوة فى الصيف تستحقها فى اوله، وكسوة فى الشتاء تستحق فى اوله، فتكون مدة كل واحد من الكسوتين سته اشهر، وتستحق عند انقضائها الكسوة الاخرى(٢٧)

جہاں تک عورت کے کپڑوں سے متعلق کی بات ہے تو اس میں جو عرف جاری ہے، اس

کے مطابق ہوں گے، کہ عورت سال میں دو دفعہ مستحق ہوگی، ایک گرمی کے شروع کے ایام میں، اور ایک سردی کے ابتدائی ایام میں اور ہر ایک کپڑوں کی مدت چھ چھ ماہ ہے، لہذا ایک کی جوڑے کی کپڑے کی مدت ختم ہونے کے ساتھ دوسرے کپڑوں کی مستحق ہوگی۔

امام شافعی کا مسلک تو مذکورہ صورت میں عرف پر ترجیح دینے کو ہے، اور اسی طرح امام ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ عرف کا اعتبار کرنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ ہر علاقے کا اپنا عرف اور رواج ہوتا ہے۔ اس لیے اس چیز کا ضرور لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

وان كانت بدوية فمما ياكل اهل البادية، ومن الكسوة بقدر ما يلبسون، لاوقت في ذلك الا قدر ما يرى بالمعروف۔ قال الماوردى، وهذا صحيح، لان اهل البادية يخالفون الحاضرة فى الاقوات واللباس ، فاقواتهم اخشن، وملابسهم اخشن،ومن قرب من امصار الريف وطرقها، كان في القوت واللباس احسن حالاً ممن بعد عنها، فينظر فى الاقوات الى عرفهم، فيفرض لها منه، وفى الملابس الى عرفهم، فيفرض لها منه۔ فلو كان الزوج حضرياً والزوجة بدوية، فان ساكنها فى البادية لزمه لها قوت البادية وكسوتهم، وان ساكنها فى الحضر لزمه لها قوت الحضر وكسوتهم۔ وكذالك البدوى اذا تزوج حضرية، روعى موضع مساكنتها ، فكان هو المعتبر فى قوتها ومسكنها، وكسوتها (۲۸)

اگر عورت دیہاتی ہے تو اس کے لیے وہی ہوگا جو وہاں کے دیہاتی کھاتے ہیں اور پہننے کے لیے وہی ہوگا جو وہ پہنتے ہیں۔ اس کی تعیین صرف عرف کے ساتھ ہی ہوگی۔ علامہ ماوردی کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے کیوں کہ دیہاتی کھانے پینے اور پہننے میں شہریوں سے مختلف ہوتے ہیں، اور ان کا کھانا سخت، ان کا پہننا سخت۔ اور جو بستیاں شہروں کے قریب ہوں گی ان کا کھانا پینا اور لباس دور والے دیہاتیوں کے مقابلہ میں مختلف

ہوگا۔ لہذا اس میں ان کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح ان کے کپڑوں میں بھی ان کے عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر خاوند شہری ہے اور بیوی دیہاتی ہے اور اگر اس کا گھر دیہات میں ہے، تو اس کا کھانا اور کپڑے دیہاتیوں جیسے ہوں گے اور اگر اس کی رہائش شہر میں ہے تو پھر اس کا کھانا اور کپڑے بھی شہریوں والے ہوں گے، اور اسی طرح اگر کسی دیہاتی آدمی نے شہری عورت سے شادی کرلی، تو اس میں کھانے پینے اور لباس میں اس کے مقام رہائش کا اعتبار ہوگا۔

عصر حاضر میں امام سرخسیؒ کے نقطہ نظر کے اطلاق کی صورتیں

امام سرخسیؒ کے خاوند پر بیوی، مرضعہ اور مطلقہ کے نفقات کا عرف کی روشنی میں واجب ہونے سے دور حاضر میں پیش آنے والی صورتوں پر بآسانی حکم لگایا جاسکتا ہے، جنہیں ذیل کی سطور میں تحریر کیا جاتا ہے۔

☆ نفقات کے سلسلہ میں اصل اعتبار چونکہ عرف کا ہے اور دوسرا اس کے وجوب کا حکم عورت کا خاوند کی اطاعت کو قبول کرلینا سے ہے اور اسی طرح اصولی اور شرعی طور پر بیوی خاوند کی مرضی کے بغیر کہیں سفر وغیرہ پر نہیں جا سکتی، لہذا اگر کسی عرف میں خاوند کی مرضی کے بغیر میکے جانا ہوتا ہے یا تھوڑا بہت سفر کرنا ہوتا رہتا ہے، تو ہم اس عورت کو ناشزہ نہیں کہیں گے جیسا کہ برصغیر ہندو پاک میں عورتیں کم سفر پر خود ہی نکلتی ہیں اور ان کا میکے آنا جانا ہوتا رہتا ہے، تو ایسا نہیں ہوگا کہ خاوند اس کو قابل اعتراض گردانے اور عورت کے اخراجات کو روک لے۔

☆ اسی طرح اگر عورت زانیہ یا بدکارہ ہونے کی وجہ سے ناشزہ ہو چکی ہے تو اب خاوند پر اس کا نفقہ وغیرہ نہیں ہوگا۔

☆ اسی طرح زمانہ کے حالات اور تقاضوں کے مطابق نفقہ میں گرانی اور ارزانی میں رد و بدل ہوتا رہے گا، یعنی ایک مقدار مقرر نہیں کی جائے گی، بلکہ مصلحت اور زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر بیوی، مرضعہ اور مطلقہ کا خرچہ خاوند پر لازم ہوگا۔ اس کی کسی خاص مقدار کو ہر حال میں لازم نہیں کیا جائے گا۔

☆ اسی طرح ایک علاقہ میں ایک مخصوص شکل میں عورت کو نفقہ دیا جاتا ہے، یعنی اجناس وغیرہ سے، تو وہ دوسرے علاقہ میں نہیں دیا جائے گا جہاں اجناس نہیں ہوتی بلکہ وہاں نقدی ادا کی جاتی ہے، وہاں کا لحاظ رکھ کر ادا کی جائے گی۔

☆ اسی طرح نفقہ کے ادائیگی کے سلسلہ میں مراتب کا تفاوت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، اگر ایک شخص مزدور

ہے تو اس پر اس کی استطاعت اور مالی حالت کو دیکھ خرچہ لازم ہوگا اور اسی طرح ایک شخص مال دار اور خوشحال ہے تو اس کی وسعت اور فراخی رزق کو دیکھ کر حکم لگایا جائے گا۔ دونوں کے مراتب میں یقیناً فرق ہے لہذا مراتب کا اعتبار ضرور ہوگا۔

اس طرح اگر کسی کا علاقہ کا عرف ہے کہ نہ تو عورت کو اجناس دی جاتی ہے اور نہ ہی نقدی بلکہ خاوند اپنے مخصوص انداز میں روزانہ کے لحاظ سے اخراجات ادا کرتا رہتا ہے، تو اس علاقہ کا عرف کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

☆اسی طرح اگر عورت اپنے میکے چلی جاتی ہے اور خاوند سے اجازت نہیں لیتی، اور لیکن عرف میں اس کو اجازت حاصل ہوتی ہے اور ساتھ وہاں کے آنے جانے کے اخراجات عرف کے مطابق خاوند کو ادا کرنے ہوں گے۔

☆اسی طرح بعض علاقوں میں عورتوں کو پکنک اور سیر پر لے جایا جاتا ہے، تو عرف کی مدنظر رکھ کر خاوند بھی اس کی ادائیگی کرے گا۔

☆اسی طرح اگر کسی علاقہ کے عرف میں خاوند پر بیوی کا خرچہ ضروری ہو جاتا ہے تو خاوند ادا نہیں کرتا، تو اب عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ قاضی اور جج کی عدالت میں جا کر اپنے حقوق کے بارے میں دعوی کر سکتی ہے اور اپنے اخراجات وصول کر سکتی ہے۔

☆اسی طرح اگر خاوند باہر چلا جاتا ہے اور عورت خاوند کی اجازت سے میکے چلی جاتی ہے یا خاوند کے گھر میں رہائش پذیر ہو جاتی ہے لیکن اس دوران عورت کے اخراجات اس کے میکے ادا کرتے ہیں، ایسی صورت میں خاوند کی واپسی پر عرف کے مطابق گزشتہ اخراجات وصول کر سکتی ہے۔

☆اگر عورت خاوند کی اجازت کے بغیر میکے چلی جاتی ہے اور اس دوران تمام اخراجات اس کے اور اس کے بچوں کے میکے ادا کرتے رہتے ہیں تو ایسی صورت میں عرف کو دیکھ کر حکم لگایا جائے گا۔ اگر عرف میں اس طرح کی ادائیگی ہوتی ہے تو اب خاوند کو دستور کے مطابق واپس کرنے ہوں گے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو خاوند پر بھی لازم نہیں ہوں گے۔

☆اسی طرح نفقہ کی ادائیگی میں مقدار کا تعین نہیں ہوگا، بلکہ آمدنی، باہمی مصالحت اور مشاورت کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں نہ تو عورت کو پیش نظر رکھا جائے گا اور نہ ہی مرد کو مطلقاً، بالکل حالات اور اس کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا۔

☆اسی طرح بیوی بیمار ہو جاتی ہے تو اس کے اخراجات بھی عرف کے مطابق اس کے خاوند ذمہ ہوں گے۔

☆ نفقات کے ادائیگی میں ایک مخصوص چیز کو بھی دیکھا جائے گا کہ خاوند جہاں رہنا چاہتا ہے، اس کے ساتھ اس کی بیگم بھی رہے، اگر عورت خاوند کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تو اس صورت میں خاوند پر اس کے نفقات بھی لازم نہیں ہوں گے۔

☆ اگر کسی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے، اور عورت اپنے میکے چلی جاتی ہے، خاوند کے پاس رہائش نہیں رکھتی۔ مذکورہ صورت میں میکے اس کے اخراجات، زمانہ عدت میں برداشت کرتے ہیں۔ عرف میں اگر ایسی میکے والے اپنی عورت کا اخراجات برداشت کرتے ہیں تو خاوند پر اس کا مطالبہ درست نہیں ہوگا۔ اور اگر عرف میں عورت اپنے میکے جا کر عدت گزارتی ہے، اور اس کے اخراجات خاوند کو بعد میں ادا کرنے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں عورت کے گھر والے خاوند پر اخراجات کی واپسی کا حق رکھتے ہیں۔

☆ اسی طرح زچہ خانہ کے نفقات بھی عرف کے مطابق خاوند کے ذمہ ہوں گے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابراہیم انیس، دکتور و عبدالحلیم، دکتور، المعجم الوسیط، ص ۹۴۲ (مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیۃ، لاہور، ۱۳۸۴ھ)

۲۔ البقرۃ ۲: ۲۳۳

۳۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۵ھ)، سنن، کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الزوج، رقم الحدیث ۱۸۴۱/۱ (دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء)

۴۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن بن بہرام (۱۸۱۔۲۵۵ھ)، سنن، کتاب النکاح، باب فی وجوب نفقۃ الرجل علی اہلہ، رقم الحدیث ۲۱۵۹/۱، (دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء)

☆ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمراۃ ان تاخذ بغیر علمہ، رقم الحدیث ۴۹۴۵/۲، (دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء)

۵۔ البقرۃ ۲: ۲۳۶

۶۔ الطلاق ۶۵: ۷

۷۔ السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل (م ۴۹۰ھ)، المبسوط، باب النفقۃ، ۵/۱۷۶، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء)

۸۔ الشافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس، الامام (م ۲۰۴ھ)، الام، کتاب النکاح، باب قدر النفقۃ، ۹۸/۳

،(دار الفکر، بیروت،۲۰۰۲ء)

☆النووی، ابوزکریا محی الدین یحیٰ بن شرف (م ۶۷۶ھ)، روضۃ الطالبین، کتاب النفقات، باب فی قدر الواجب وکیفیۃ ۶/۴۵۰،(دار الکتب العلمیۃ، بیروت،۲۰۰۶ء)

☆الشیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی (م ۴۷۶ھ)، المھذب، کتاب النفقات، باب نفقۃ الزوجات،۴۴۴/۳،(دار المعرفۃ، بیروت،۲۰۰۳ء)

۹۔السرخسی، المبسوط، باب النفقۃ،۱۷۰/۵

۱۰۔ایضاً،۱۷۰/۵

۱۱۔ایضاً

۱۲۔ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (م ۴۵۶ھ)، المحلی شرح المجلی، باب النفقات،۱۵۵/۱۱،(دار احیاء التراث العربی، بیروت،۲۰۰۱ء)

۱۳۔السرخسی، المبسوط، باب النفقۃ،۱۷۱/۵

۱۴۔الجصاص، ابوبکر احمد بن علی (م ۳۷۰ھ)، احکام القرآن،۴۰۲/۱(سہیل اکیڈمی، لاہور،۱۹۹۱ء)

۱۵۔ایضاً

۱۶۔الجصاص، احکام القرآن،۴۰۲/۱

۱۷۔القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (م ۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن،،۱۶۳/۳،(مکتبۃ الغزالی، بیروت، سن ندارد)

۱۸۔الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، کتاب الطلاق، مبحث ھل تفرض النفقۃ بحسب حال الزوج او الزوجۃ او حالیھما،۴۳۳/۴،(دار الفکر، بیروت،۲۰۰۳ء)

۱۹۔السرخسی، المبسوط، باب النفقۃ،۷۲/۵

۲۰۔الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (۳۶۴-۴۵۰ھ)، الحاوی الکبیر، کتاب النفقات، باب قدر النفقۃ،۴۰/۱۵،(دار الفکر، بیروت،۲۰۰۳ء)

۲۱۔الصابونی، محمد علی، روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام من القرآن،۳۵۵/۱،(مطبع وسن ندارد)

۲۲۔ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ (م ۵۴۳ھ) احکام القرآن، ۱/ ۴۷۴، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت،۲۰۰۳ء)

۲۳۔ البقرۃ ۲:۲۳۶

۲۴۔ الجصاص، احکام القرآن، باب تقدیر المتعۃ الواجبۃ، ۱/۴۳۳

۲۵۔ ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمود بن قدامہ (م ۶۳۰ھ)، المغنی والشرح الکبیر، ۸/۵۲۔ ۵۳، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد)

۲۶۔ السرخسی، المبسوط، باب النفقۃ، ۵/۱۷۱

۲۷۔ الماوردی، الحاوی الکبیر، کتاب النفقات، باب قدر النفقۃ، ۱۵/۲۵

۲۸۔ ایضاً، ۱/۲۷

☆☆☆☆☆